بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

اہلِ علم کے ہاں اب یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ مجرد الفاظ سے واقفیت، ان کی اصل و فرع کا علم اور ان کے جملہ لسانی مشتقات و استعمالات سے آگہی ایک شے ہے اور کسی خاص CONTEXT میں ان الفاظ کے استعمال سے اصل اور مطلوبہ معانی کا فہم اور گہرا ادراک ایک بالکل دوسری چیز ہے۔ قرآن کریم کے معاملہ میں یہ اصول بدرجہ اتم اہمیت کا حامل ہے۔ جس کی تائید و تصویب ہمیں متعدد اقوالِ صحابہ میں ملتی ہے۔ مثلاً صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق وہب بن عبداللہ تابعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے پوچھا۔ کیا آپ کے پاس وحی الٰہی میں سے کوئی ایسی چیز ہے۔ جو قرآن میں نہیں ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑا، اور جاندار کو وجود بخشا، ہمارے پاس کوئی چیز مزید نہیں سوا اس فہم کے جو اللہ ایک شخص کو قرآن میں عطا کرتا ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن میں ظاہری الفاظ کے سوا بھی ایک چیز ہے وہ اس کا فہم یعنی اس کی گہری معنویت کا ادراک ہے۔ گویا ایک الفاظِ قرآن ہیں، اور دوسرا فہمِ قرآن۔ قرآن کا لفظی حصہ اس کے ظاہری مطالعے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے معنوی حصہ کو پانے کے لیے خدا شناسی، نزولِ قرآن کی حکمت سے آگہی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت اور ان کی پیغمبرانہ مشن والی زندگی پر غور و فکر ہی نہیں اسکا تتبع بھی ضروری ہے۔ ان تمام شرائط کو پورا کیے بغیر کوئی شخص قرآن کے گہرے معانی (Deep Structured Meanings) کو نہیں جان سکتا۔ قرآن کے ظاہری پہلو کو جاننے کے لیے عربی دانی کی ضرورت ہے۔ اور قرآن کے معنوی پہلو کو جاننے کے لیے خداشناسی اور خدا پرستی کی۔ اگر ایک شخص کو عربی زبان کے قواعد سے واقفیت ہو تو وہ قرآن کو پڑھ کر اس کے لغوی اور ظاہری مفہوم کو سمجھ لے گا۔ مگر قرآن کی معنوی گہرائیوں کو وہی شخص پا سکتا ہے۔ جو شعوری طور پر تقویٰ کی روش اختیار کر کے خدا کی چھپی ہوئی تجلیات سے اپنی آنکھوں اور قلب و روح کو منور کر چکا ہو۔

علم و عرفان اور تقویٰ کے باہمی ربط پر کئی آیات قرآنیہ دال ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ

سے ڈرو اور وہ تم کو سکھلا دے گا۔ (وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ۔ البقرہ : ۲۸۲)۔ دوسرے مقام پر کہا گیا ہے کہ اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کروگے، تو وہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز عطا کرے گا۔ (اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا الانفال نمبر ۲۹) ایک اور جگہ ارشاد ہوا کہ اللہ سے ڈرو۔۔۔ وہ تم کو روشنی عطا فرمائے گا۔ جس میں تم چلو گے (۔۔۔ ویجعل لکم نوراً تمشون بہٖ)

امام شافعیؒ نے ایک بار اپنے استاد شیخ وکیع بن الجراح سے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی تو انہوں نے نصیحت کی کہ گناہوں کو چھوڑ دو، انہوں نے مزید بتایا کہ علم روشنی ہے اور اللہ کی روشنی کسی گناہگار کو راستہ نہیں دکھاتی۔ ظاہر ہے کہ یہاں علم سے مراد معلومات نہیں، معرفت ہے۔ حقیقی معرفت تک پہنچنے کے لیے صرف یہ کافی نہیں کہ آدمی کے پاس الفاظ، لغوی اسالیب کا علم اور معلومات کا ذخیرہ ہو، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے اندر صحت فکر ہو۔ اللہ کا ڈر آدمی کے اندر صحت فکر پیدا کرتا ہے۔ کوئی شخص جتنا زیادہ سنجیدہ ہو، اتنا ہی زیادہ اس کے اندر صحت فکر کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ کا تقویٰ اور اس کی خشیت آدمی کو سب سے زیادہ سنجیدہ بناتی ہے۔ اس لیے یہی وہ داخلی کیفیات آدمی کو سب سے زیادہ اس قابل بناتی ہیں کہ وہ صحیح اور درست طریقہ پر سوچ سکے۔

قرآن فہمی دوسری عام علمی کتابوں کے فہم سے اس اعتبار سے بھی مختلف ہے۔ کہ قرآن کریم اس ہدایت ربانی کا مجموعہ ہے جس کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قولی تشریح و تبیین فرمائی، اسکی تعلیمات کا مکمل عملی نمونہ بھی جزیرہ نمائے عرب میں قائم کرکے دکھایا۔ چنانچہ قرآن فہمی کے لیے اساسی کلید کا حصول آنحضور صلعم کی سیرت مطہرہ کا گہرا مطالعہ اور آپ کی انقلابی دعوت کے مختلف مراحل سمجھے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک قول کے مطابق آپ صلعم کا خلق، قرآن تھا، یعنی آپؐ مجسم قرآن تھے۔ اور آپؐ کے تمام اعمال و افعال قرآنی تعلیمات کی عملی تعبیریں تھیں۔ یہی بات ایک زیادہ لطیف پیرائے میں صحابہ کرامؓ کے اس قول میں ملتی ہے کہ "ہم نے اولاً ایمان سیکھا اور پھر قرآن سیکھا" یعنی الفاظِ قرآن اور ان کے رموز و معانی کے علم سے پہلے انہوں نے "مجسم قرآن" ہستی کی ایمان افروز معیت اور محبت سے کسب فیض کیا۔ اور نہ صرف اپنے اذہان و قلوب ایمان و ایقان اور تقویٰ و خشیت کے انوار سے منور کیے بلکہ قرآن کی عملی تعلیمات کی تکمیل میں آپؐ کے دست و بازو بنے۔

قارئین کرام بخوبی واقف ہیں کہ حکمتِ قرآن' میں چھپنے والے مضامین کا عمومی مقصد مندرجہ بالا نہج فہم قرآن کے مطابق معارفِ قرآنی اور دعوتِ قرآنی کا بڑے پیمانے پر ابلاغ ہے۔ صرف ونحو ادبِ عربی اور قواعد عربی سے کماحقہ واقفیت بلاشبہ ضروری امور ہیں۔ لیکن اگر قرآن کی اہم اور بنیادی اصطلاحوں کو صرف عربی شعراء کے استعمالات کے حوالے سے سمجھنا شروع کر دیا جائے۔ تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک محقق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ ایزدی سے مانگی ہوئی "شرح صدر" جیسی خوبی ونعمت کو بھی تضحیک کا نشانہ بنانے پر جری ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس قسم کی گمراہی سے بچائے اور صراط مستقیم کی پہچان اور اس پر عمل کی توفیق ارزانی کرے۔

اَللّٰھم ربنا الھمنا رشدنا واعذنا من شرور انفسنا

اَللّٰھم ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا

وارزقنا اجتنابہ۔ آمین

الصار ...

۴/۱۲/۸۵ء